مال، اسلام کی نظر میں

ڈاکٹر نصیر خان

اسلام نے مال کو خیر سے تعبیر کیا ہے۔ دنیوی ضروریات ہوں یا دینی ضروریات سب کے لیے مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے جائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی نہ صرف تحسین کی گئی ہے بلکہ اس کو ایک فریضہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ فقروافلاس بندے کو بہت سے ناگوار کاموں یہاں تک کہ کفر تک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ صاحبِ مال ہونا بندے کو بہت سے اچھے کاموں کے قابل بنا دیتا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے: ''مال مومن کی ڈھال ہے''۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

● **کسبِ حلال کی اہمیت:** اسلام نے کسبِ حلال کی بڑی تاکید کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَ عَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَ أَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ترمذی) ''جو حلال کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ نے صرف حلال رزق کھانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (البقرہ ۲: ۱۶۸) ''اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں، انھیں کھاؤ''۔

رزقِ حلال کی اہمیت کے پیشِ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (المعجم الکبیر) ''رزقِ حلال طلب کرنا فرض (عبادت) کے بعد فرض ہے''۔

حلال روزی کمانے کے بہت سے طریقے ہیں جن میں تجارت، زراعت، صنعت وحرفت اور

ملازمت وغیرہ شامل ہے۔ ہاتھ کی کمائی کو بہترین کمائی کا درجہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کمائی کا کھانا نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے''۔(صحیح البخاری)

کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے افضل کمائی کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''تجارت جس میں رب کی نافرمانی کے طریقے نہ اختیار کیے جائیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا''۔(مسند احمد)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے تجارت بھی کی اور قریش کی بکریاں چرا کر محنت مزدوری بھی کی۔ آپؐ نے حلال روزی کی اہمیت کے بارے میں فرمایا: ''جس نے مانگنے سے بچنے کے لیے، اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لیے حلال طریقے سے دنیا طلب کی وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوگا''۔(شعب الایمان)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت متحرک ہے اور پوری دلچسپی لے رہا ہے تو انھوں نے آپؐ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں شمار ہوگی، اور اگر بوڑھے والدین کی پرورش کے لیے کوشش کر رہا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگی، اور اگر اپنی ذات کے لیے کوشش کر رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے تو یہ کوشش بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگی، البتہ اگر اس کی محبت زیادہ مال حاصل کر کے لوگوں پر برتری جتانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے تو یہ ساری محنت شیطان کی راہ میں شمار ہوگی''۔(الترغیب والترہیب)

● **رزقِ حرام اور قبولیتِ دُعا**: حرام خور کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بے شک اللہ پاک ہے اور صرف پاک چیزیں ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جس نے

طویل سفر طے کیا تھا اور اس کے بال اور چہرہ غبار آلود ہو گئے تھے، اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور کہا: اے ربّ! اے ربّ! حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے اور وہ حرام مال سے ہی پرورش پاتا رہا تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے؟'' (صحیح مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ''قیامت کے دن بندے کے قدم نہیں ہل سکیں گے جب تک اس سے پوچھا نہیں جائے گا کہ: کہ عمر کن کاموں میں گزاری؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے جسم کو کن کاموں میں گھلایا؟'' (سنن ترمذی)

● **مال میں برکت کا تصور:** مال میں برکت یہ ہے کہ آدمی کا وقت، پیسہ، محنت اور عبادات ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہو جائے، تھوڑے پیسوں میں زیادہ ضروریات پوری ہو جائیں، تھوڑی محنت سے کامیابی حاصل ہو جائے، تھوڑی عبادت سے اللہ تعالیٰ زیادہ ثواب عطا فرما دیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے کام کروالیں جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو یا اس کے دین کو زیادہ نفع پہنچ جائے۔

برکت سے مراد دولت کی مقدار میں اضافہ نہیں ہے، بلکہ دولت کا صحیح جگہ استعمال ہونا اور تھوڑی آمدنی میں ضرورت پوری ہو جانا ہے۔ یہ سب مال کی برکت ہے، جو اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی کی وجہ سے عطا کرتا ہے۔ بہت سے امیر لوگوں کی دولت بیماریوں اور ہسپتالوں میں، کچھ ناجائز مقدمات کی پیروی میں، کچھ عیش و عشرت میں اور کچھ گناہ کے کاموں میں خرچ ہو جاتی ہے۔ مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ان کی ساری رقم ختم ہو جاتی ہے اور قرض لینے تک کی نوبت آجاتی ہے ۔جس کے نتیجے میں وہ سماجی عزت اور ذہنی سکون دونوں سے محروم ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے برکت کے نزول کا ضابطہ اس طرح بیان کیا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ (اعراف ۷:۹۶) اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں کثرت سے برکت مانگنے کا ذکر ہے۔ کھانے کے بعد کی مسنون دعا ہے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ (سنن ترمذی) ''اے اللہ! ہمارے لیے اس کھانے میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما''۔

میزبان کے لیے دعا ہو یا دودھ یا دوسرا مشروب پینے کی دعا یا دیگر مواقع ہوں آپؐ برکت ضرور مانگا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو جھوٹی قسمیں کھانے سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''جھوٹی قسموں سے مال تو فروخت ہوجاتا ہے لیکن اس مال سے ہونے والی کمائی سے برکت اُٹھ جاتی ہے''۔ (صحیح البخاری)

● **انفرادی ملکیت**: اسلام دولت کی انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ انسان کا بنیادی حق اور معاشی نظام کی بنیاد ہے۔ اسلام مالک کو اپنی جائیداد اور مال میں تجارت، اجارہ یا کرایہ، رہن، صدقہ، ہبہ، وصیت کے ذریعے پورے حقوق عطا کرتا ہے۔ اسلام اپنے مال کی حفاظت میں مارے جانے پر مالک کو شہادت کا مرتبہ دیتا ہے۔ اُس کے مال کی چوری کرنے والے مرد اور عورت کو حدودِ اسلامی میں ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتا ہے۔ اسلام حلال ذرائع سے مال بڑھانے کو جائز قرار دیتا ہے۔

● **مال کی محبت میں میانہ روی اور حرص کی مذمت**: اعتدال کے ساتھ مال کی محبت تو فطری ہے مگر اس کو ہر چیز پر حاوی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المنافقون ۶۳:۹) ''اے ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو کوئی ایسا کریں گے وہی خسارے میں رہنے والے ہیں''۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر ۵۹:۹) ''حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

۱-''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہوں تب بھی وہ تیسری کی خواہش کرے گا اور ابنِ آدم کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔'' (صحیح مسلم)

۲-''دو بھوکے بھیڑیے جنھیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے [وہ بکریوں کو] اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال و جاہ کی حرص اس کے دین کو پہنچاتی ہے''۔ (ترمذی)

۳-''انسان کہتا ہے، میرا مال، میرا مال، حالانکہ انسان کا مال بس وہ ہے جو اس نے کھا کر ختم کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے (آخرت کے لیے) بڑھا دیا''۔ (صحیح مسلم)

۴-''ہر اُمت کے لیے کوئی نہ کوئی چیز وجہِ آزمایش ہوتی ہے، میری اُمت کے لیے آزمایش مال ہے''۔ (سنن ترمذی)

● **اِسراف و تبذیر کی ممانعت:** اِسراف اس بات کا نام ہے کہ مناسب جگہ پر مناسب مقدار سے زائد مال خرچ کیا جائے، جب کہ تبذیر یہ ہے کہ ناجائز موقع پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح مال کا ضائع کرنا اور کسی جائز دنیوی فائدے کے بغیر خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسراف اور تبذیر کی مذمت فرمائی ہے:

۱- وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ (اعراف ۷:۳۱) ''اور کھاؤ پیو اور حد سے نہ نکلو، بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

۲- وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۲۶-۲۷) ''فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے''۔

● **مال خرچ کرنے میں میانہ روی:** خرچ کرنے میں کفایت شعاری اور میانہ روی بہترین حکمت عملی ہے۔ اللہ تعالیٰ بخل اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایمان والوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ (الفرقان ۲۵:۶۷) ''وہ (ایمان والے) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں''۔

اسی حقیقت کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں رہنمائی فرمائی ہے: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ (مسند احمد) ''جس نے میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہیں ہوگا''۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی کچھ مال اپنے پاس رکھنے کا حکم ہے۔ حضرت کعبؓ نے جب اپنا سارا مال صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ (صحیح البخاری) ''اپنے مال کا کچھ حصّہ اپنے پاس رکھو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے''۔

● **نمود و نمائش کی ممانعت:** اسلامی تعلیمات کی رو سے اچھا پہننا، اوڑھنا اور کھانا پینا منع نہیں بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن تکبر اور نمود و نمائش کا مظاہرہ کرکے دوسرے لوگوں پر اپنی برتری قائم کرنا اور انھیں کمتر سمجھنا اور احساس محرومی میں مبتلا کرنا سخت گناہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، اُسے اللہ جنت میں داخل نہیں کرے گا'' (سنن ابی داؤد)۔ نمود و نمائش میں بے جا اسراف ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔

● **بھیک مانگنا:** محنت و مشقت کے ذریعے کمانا ثواب کا کام، جب کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے بھیک مانگنا اسلام کی نظر میں سخت گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ'' (صحیح مسلم)

دوسری حدیث میں ہے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی رسّی لے کر پہاڑ کی طرف جائے پھر لکڑیاں اکٹھی کرے اور ان کا گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر لاد کر بازار میں لے جائے اور انھیں فروخت کرکے اس کی قیمت سے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرے تو یہ اس کے لیے بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے اور مٹی لے کر اپنا منہ بھر لے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے اپنے منہ میں ڈالے''۔ (مسند احمد)

● **قرض:** زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ معاشرے میں اپنے غریب بھائیوں کی مدد کی ایک صورت اُن کو قرض دینا ہے۔ غریب کو قرض دے کر صاحبِ استطاعت اپنی آخرت کی پونجی

بڑھتا رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بلاشبہ قرض دینے کا ثواب آدھے صدقہ کے برابر ہے''۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجه)

قرض کی واپسی میں بھی غریب کی سہولت کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (صحیح مسلم) ''جو (قرض خواہ) کسی تنگ دست (مقروض کو اپنے قرضے کے سلسلے میں) سہولت دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سہولت دے گا''۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''جسے یہ اچھا لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکلیف سے نجات دے دے اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے''۔ (صحیح البخاری)

امیر کو قرض دینے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ غریب کو حکم ہے کہ وہ احسان شناسی کا مظاہرہ کر کے قرض کو بروقت ادا کرنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''قرض کی (بروقت) واپسی واجب ہے''۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

دوسری حدیث میں ہے: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (صحیح البخاری) ''مال کی واپسی میں صاحبِ استطاعت کا ٹال مٹول ظلم ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یوں دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (صحیح البخاری) ''اے اللہ! میں گناہ اور قرض کے بوجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق قرض لینے کی اجازت کے باوجود مجبوری کے بغیر قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اس لیے سادگی اور کفایت شعاری اپنانے اور قرض لینے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ مَا وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ (صحیح البخاری) ''بلاشبہ جب بندہ مقروض ہوتا ہے تو بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے، تو خلاف ورزی کرتا ہے''۔